اردو زبان کے لیے امکانات: ترکی ادب کے ارتقائی مراحل کی روشنی میں

ڈاکٹر خالد مبین

Dr. Khalid Mubeen

Asst. Professor/Vice Principal,

Govt. Khawaja Rafique Shaheed College, Walton Road, Lahore.

Abstract:

Urdu is a Turkish word. Turkish is one of those languages which form the basis of Urdu. Like Persian and Arabic, the literary works of Turkish language should also be translated into Urdu to flourish it. Therefore, to promote Urdu language, researchers and writers should have an understanding of Turkish literature to enhance the richness of Urdu literature. Three periods of Turkish literature in its long history since 11th to 20th century remained prevalent.The first period from 14th to 19th century remained under the influence of Persian Poetry. The second period is called Tanzimat period. Literary creations and writings from ancient Greece to modern literature have been translated into Turkish language in this era. Third period is connected with the beginning of Sultan Abdul Hameed as well as modern literature. The modern Turkish literature is characterized by simplicity of language. Turkish language became the third largest language of Islamic world after Arabic. Modern Turkish literature has developed its recognition as compared to former literature of Usmani era. Nobel Prize was given to the Turkish novelist (in 2006,) Mr. Orhan Pamuk is the example of this fact.

یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ''اردو'' ترکی زبان کا لفظ ہے۔ آج بھی ترکی میں ''اوردو اے وی'' کا لفظ ''آرمی ہاوس'' کے لیے مستعمل ہے۔ ماہر لسانیات کے بقول اردو ایک مخلوط زبان ہے جو ہندستان میں مسلمانوں کی آمد کے بعد شمالی ہند میں معرض وجود میں آئی۔ تاریخی اعتبار سے یہ وہ زمانہ ہے جب دہلی پر ۱۱۹۳ء میں مسلمانوں کا سیاسی تسلط قائم ہوتا ہے۔ ترکوں'

ایرانیوں اورافغانیوں پر مشتمل مسلمانوں کی کثیر تعداد ترکِ وطن کر کے ہندستان میں سکونت اختیار کر لیتی ہے۔ برصغیر کے مسلم حکمرانوں میں مغلوں کی طویل ترین حکومت رہی ہے۔مغلوں کی مادری زبان ترکی تھی مگر انھوں نے یہاں ترکی کی بجائے فارسی کو فروغ دیا،لیکن برصغیر میں عربی اور فارسی جاننے والے علماوفضلا کی قدر دانی کی بنا پر اردو کا پودا پھوٹا اور بڑھتا گیا۔ برصغیر پاک وہند میں اس زبان کی ظہور کی کئی وجوہ بیان کی جاتی ہیں۔وہ جو بھی رہی ہوں مگر ایک بات طے ہیں کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس میں کئی زبانوں کے قواعد اور الفاظ شامل ہوتے گئے اور یوں اردو وسعت اختیار کرتی گئی۔معروف ہے کہ اردو زبان میں عربی زبان کی بلاغت، فارسی کی شیرنی، ترکی زبان کی فصاحت اور ہندی ودیگر مقامی زبانوں کی نزاکت شامل ہوئی تو اردو کی چاشنی اور رنگارنگی بڑھ کر ہر دل عزیز ہوتی گئی۔مگر برصغیر میں ہنود نے اس بنا پر کہ یہ عربی فارسی رسم الخط میں لکھی جانے لگی ہے تو اسے قرآن کی زبان سمجھ کر اس سے کنارہ کش ہوگئے۔ یہاں تک کہ بنگال کے ہندوؤں نے اس کا رسم الخط بدل کر اس میں سنسکرت وغیرہ کے الفاظ کا اضافہ کر کے اسے دیوناگری رسم الخط میں لکھنا شروع کیا اور اسے ہندی کا نام دیا۔یوں برصغیر کے مسلمانوں کی اکثریت کی زبان خود بخود اردو ہوگئی۔جب پاکستان اور ہندستان تقسیم ہوئے تو پاکستان کو اردو بنی بنائی زبان مل گئی بالکل یوں کہیے کہ زبان ہی نے غالباً نیا ملک تشکیل کیا۔اسی بات کو بڑے واضح الفاظ میں معروف محقق ڈاکٹر گیان چندجین نے مولوی عبدالحق سے منسوب کر کے بیان کیا ہے:

> ''اردو نے پاکستان کو بنایا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اختلاف کی اصلی وجہ اردو زبان تھی ۔۔۔اور سارے ایسے اختلاف صرف اردو کی وجہ سے تھے اس لیے پاکستان پر اردو کا بڑا احسان ہے۔''(۱)

ماضی قریب میں مغلوں کے زمانے میں عربی فارسی اور ترکی کتب کے تراجم اور علمی سرمایے میں اضافہ ہوتا رہا ہے جس سے اردو کا دامن مالا مال ہوتا رہا ہے۔مگر ہندستان کے انگریزی راج کے زمانے میں فارسی اور عربی سے تراجم جاری رہے اور ترکی کتب کے تراجم برائے نام ہوئے۔ویسے بھی ترکی زبان جاننے والوں کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی تھی (حالانکہ اردو کے اہم شعرامرزا غالب اور داغ دہلوی اپنے ترک النسل ہونے پر فخر کرتے تھے غالب نے اپنی شاعری میں ترکی زبان کے الفاظ کو استعمال کیا ہے)انگریز نہیں چاہتا تھا کہ برصغیر کے مسلمانوں کا تعلق سلطنتِ عثمانیہ سے پیدا ہونے پائے کیوں کہ اس طرح اسے ہندستان پر تسلط قائم رکھنے میں مشکلات پیش آئیں گی۔لہذا اس نے برصغیر کے ترکوں سے تعلق کے امکانات پیدا نہ ہونے دیے۔اس حوالے سے کرنل مسعود اختر شیخ (ر) نے اپنی کتاب ''ترکی کے بہترین افسانے'' میں بجا رقم کیا ہے:

> ''جہاں تک ترکی ادب کا تعلق ہے'اسے انگریزی کی سازشی ذہنیت نے برصغیر کے باشندوں کے لیے شجر ممنوعہ قرار دیتے ہوئے اِس خطے کے نزدیک بھی پھٹکنے نہ دیا۔ترکی اور ترکوں کے بارے میں جو کچھ یہاں تک پہنچا وہ انگریز حکمرانوں کی نوآبادیاتی حکمت عملی کی چھلنی سے گزرنے کے بعد انگریزی زبان کی وساطت سے پہنچا۔ظاہر ہے کہ ایسا مواد ترکی ادب کی عمدگی کو اجاگر کرنے میں کوئی کردار ادا نہیں کر سکتا تھا۔''(۲)

خیر اردو زبان وادب گزشتہ دوسو سال سے ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔آج اس زبان میں علمی وفنی تمام عصری

ضرورتوں کو پورا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ یہ زبان پاکستان سے لے کر بنگال سے آگے مشرقِ بعید، مڈل ایسٹ سے لے کر وسطی ایشیا اور مشرقی یورپ تک کسی نہ کسی طور پر بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ لہٰذا اردو کا مستقبل روشن ہے اور روشن تر ہو رہا ہے۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ اردو کی بنیاد بننے والی زبانوں کے ساتھ از سرنو رشتہ استوار کر کے ان کے ادبی سرمائے کو اردو میں منتقل کریں۔ اس سے اردو زبان کی وسعت میں اضافہ اور اس کی خدمت ہوگی۔ آئیے اسی حوالے سے ترکی ادب کے ارتقائی منازل اور اس میں پیدا ہونے والے ادب کا جائزہ لے کر اردو مصنفین اور محققین کی توجہ اردو کی بنیاد میں شامل زبانوں میں سے ایک زبان، ترکی زبان وادب کی ثروت کی طرف دلا کر اردو کو حیاتِ جاں فزا کا مژدہ سنائیں۔

ترکی ادب کے ارتقائی مراحل

منگولیا، سائبیریا اور مغربی ترکستان میں دریافت ہونے والے قدیم کتبوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ترکی زبان ساتویں صدی عیسوی سے قبل ایک مکمل شکل اختیار کر چکی تھی۔ (۳) دنیا کی باقی زبانوں کی ادب کی طرح ترکی زبان کے ادب کی وسعت میں موسیقی کا بڑا کردار ہے، رزمیہ نظمیں، بہادری کے واقعات کو بھی ترنم کے ساتھ پڑھا اور گایا جاتا تھا۔ اس حوالے سے معروف سکالر ثروت صولت رقم طراز ہیں:

> ''ترکی کا ابتدائی ادب مذہبی تہواروں پر پڑھے جانے والے گیتوں اور نظموں پر مشتمل تھا جن کو مذہبی رہبر ''کوپز'' (ایک قدیم ساز) کے ساتھ پڑھتے تھے۔ دوسری قوموں کی طرح ترکوں کے ہاں بھی ابتدائی ادبی سرمایہ رزمیہ داستانوں پر مشتمل ہے۔ یہ رزمیہ داستانیں سماجی واقعات، دلیری اور بہادری کے پُرشکوہ بیان پر مشتمل ہوتی تھیں۔'' (۴)

ترکی ادب دراصل فارسی ادب کی طرح اسلامی عہد کی پیداوار ہے یعنی ترکی زبان میں تصنیف وتالیف کا آغاز اس وقت ہوا، جب ترکوں نے بحیثیت قوم اسلام قبول کیا اور ترکی زبان کے لیے عربی رسم الخط اختیار کیا گیا۔ ترکی زبان کی ادبی تاریخ کا حقیقی آغاز تیرھویں صدی سے ہوا جب ایشیائے کوچک کے شمال مغربی حصہ میں عثمانی سلطنت کی بنیاد پڑی۔ عثمانی سلاطین علم وادب کی سرپرستی کے معاملے میں کسی طرح بھی دہلی کے سلاطین سے کم نہیں تھے۔ سلطان مراد دوم سے لے کر سلطان سلیمان اعظم تک کا شاہی دربار دل کھول کر علماء، ادیبوں اور شاعروں کی حوصلہ افزائی کرتا رہا تھا۔ اس لیے ترکی زبان، عربی اور فارسی کے بعد اسلامی دنیا کی تیسری بڑی زبان بن گئی۔

ترکی زبان دنیا کی قدیم ترین زبانوں میں سے ہے جیسے عربی، سریانی، آرامی وغیرہ۔ اپنے خاندان کے اعتبار سے ترکی زبان انڈو یورپین ہے۔ ترکی زبان کے تراجم کے حوالے سے ترکی زبان میں تصنیف وتالیف کے آغاز اور تراجم کے حوالے سے ثروت صولت رقم طراز ہیں:

> ''ترکی زبان میں تصنیف وتالیف کا آغاز قصے، کہانیوں، داستانوں اور جنگ ناموں سے ہوا جو نظم ونثر دونوں میں لکھے گئے ہیں۔ پندرھویں سے سترھویں صدی تک عربی اور فارسی سے اچھی خاصی کتب ترکی زبان میں ترجمہ کی گئیں مثلاً داستانِ کلیلہ و دمنہ، تذکرۃ الاولیاء، کیمیائے سعادت، مثنوی مولانا روم وغیرہ۔ علاوہ ازیں تفسیر، فقہ، سوانح، جغرافیہ اور ادب پر

لکھی گئیں ۔ بے شمار کتب عربی اور فارسی سے ترکی زبان میں منتقل کی گئیں ۔ اسی عرصہ میں تراجم کے علاوہ ترکی نظم ونثر کی بہت سی دوسری کتب بھی لکھی گئیں' لیکن ان کا اسلوب نگارش ایرانی طرز کا تھا اور ایرانی ادب ہی ابتدائی ترکی مصنفین اور شعراء کے لیے نمونہ تھا۔''(۵)

گیارہویں صدی میں کاشغر لی محمود نے ترکی ڈکشنری ''دیوان لغات ِترک'' لکھی جس میں ترکی شاعری سے منتخب کئی مثالیں شامل کی گئیں ہیں ۔ پھر بارھویں صدی میں ''اویغر رزمیہ'' جو اسلامی دور سے پہلے کے ترکوں کے طرز زندگی اور احساسات کی عکاسی کرتی تھی تحریر کی گئی اور اسے جدید رنگ دیا گیا۔ اسلام قبول کر لینے کے بعد ترک' عربوں اور ایرانیوں کے زیر اثر آ گئے اور جب وہ مغرب میں اناطولیہ میں مقیم ہوئے تو انھوں نے ان کے ساتھ قریبی روابط استوار کر لیے۔ گیارھویں صدی میں جب ترکوں کی نقل مکانی شروع ہوئی تو دیوان ادبیات یا درباری ادب کا آغاز ہوا تاہم غیر ملکی اثر عوام کی اکثریت پر اثر پذیر نہ ہوا اور ان کی ادبی روایت عمومی اسلامی ڈھانچے پر ہی قائم رہی ۔ مذہبی ادب کو بھی لوگوں میں ایک خاص مقام حاصل تھا جو درویشوں کی خانقاہوں میں ترقی کرتا رہا۔

یوسف حسن حاجب کی مقداری بحر میں (عرب اور ایرانی شعراء کی طرز پر) لکھی ہوئی نظم جو ''کتا دغو بلگی'' کے نام سے مشہور ہے اسے مسلم ترکی ادب کا اولین نمونہ سمجھا جاتا ہے۔ تیرہویں صدی تک دیوان شاعری کے ابتدائی کلام (جن میں نظم اور ابتدائی غزلوں کے علاوہ قصائد شامل ہیں) لکھے جا چکے تھے ۔ جبکہ سادہ زبان میں موسیقی (ساز) کے ساتھ گائی جانے والی نظموں کا لوگوں میں رواج تھا۔ چودھویں صدی میں مزید ترقی ہوئی۔ صوفی شاعر یونس امرہ نے (عشق حقیقی کے رنگ میں ڈوبی نظمیں) ترکی ادب کا بہترین کارنامہ پیش کیا۔ ''دیدے کورکت'' کی رزمیہ داستان میں قدیم ترکی روایات کو اسلامی روپ دیا گیا۔ نیز رجزیہ شاعری میں عثمانیہ سلطنت کی خوب تعریف وتوصیف کی گئی۔

پندرھویں صدی میں فارسی شاعری کا اثر بڑھ گیا۔ کئی شاعروں نے کلاسیکی اسلامی طرز پر اپنا کلام لکھا' مثلاً مثنوی (طویل رزمیہ نظم) یا صوفیانہ نظمیں قصیدہ اور غزل وغیرہ ۔ مذہبی ادب کا اعلیٰ ترین کام سلیمان چلیبی کی نعت ''میلاد شریف'' (حضور ﷺ کی پیدائش سے متعلق) کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس دور کے اہم عوامی شعراء میں عاشق چلیبی اور قاراجا اوغلان شامل تھے۔ درباری ادب کو مزید ترقی ترک شاعر نفعیؔ (جو اپنی ہجو یہ نظموں اور قصیدوں کے لیے مشہور ہے) نائلی اور نیشاطی نے دی۔ نثر نگاروں میں سے ایک اہم نام اولیا چلیبی کا ہے جنھوں نے اپنے اسفار کی مشہور کتاب ''سیاحت نامہ اور کاتب'' کے علاوہ اپنی سوانح عمری اور تاریخ وجغرافیہ پر کئی کتابیں لکھیں۔

ترکی ادب وقت کے ساتھ ساتھ بہت وسعت اختیار کر چکا ہے۔ ہر قسم کے شعرا ہر دور میں کثیر التعداد اور پُر گو دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں قدیم عثمانی شعرا میں ترکی امیر غازی فاضل نمایاں ہے جس نے خارجی اثرات قبول کیے بغیر اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ اس کے مندرجہ ذیل اشعار جو یقیناً بازنطینیوں سے کسی کامیاب جنگ کے بعد لکھے گئے ہیں' اعلیٰ شعری ذوق کے آئینہ دار ہیں:

ہماری مقدس جنگ میں تیر بن گئے تھے خار دشمنوں کے لیے
اتر آئی تھیں زمین پر تمام آسمانی روحیں ہماری حوصلہ افزائی کے لیے

اور اٹھ کھڑی ہوئی تھیں جان نثاروں کی اعانت کے لیے
ہیں ہمارے جسم و جان قربان راہ حق کے لیے
خدا کی مدد پر کرتے ہیں بھروسہ صرف وہی جو کرتے ہیں جنگ حق کے لیے(۶)

اپنی طویل تاریخ میں ترکی ادب کے تین ادوار اہم اور نمایاں رہے ہیں۔ چودھویں صدی سے انیسویں صدی کے آغاز کا دور فارسی اور ایرانی اثرات سے مملور رہا ہے۔ اسے ترکی کا کلاسیکی ادب یا دیوانِ ادب کہا جاتا ہے۔ جب کہ دوسرا دور سلطنت عثمانیہ میں انیسویں صدی کے وسط میں پروان چڑھا جس کی وجہ سے اسے دورِ تنظیمات کہتے ہیں۔(۷) تیسرے دور کا آغاز بیسویں صدی کے شروع میں سلطان عبدالحمید خان کے عہد میں ہوا۔ اسے ترکی ادب کا دورِ جدید کہا جاتا ہے۔

پہلا دور۔۔۔ دیوان ادب

ترکی ادب کے کلاسیکی نقوش اسی دور میں واضح ہوئے۔ یہ ترکی ادب کا طویل ترین دور ہے۔ چودھویں صدی میں ترکی کے تین عظیم شاعر یونسؔ امرہ (متوفی ۱۳۲۰ء) نسیمیؔ (متوفی ۱۴۱۸ء) اور احمدیؔ (متوفی ۱۴۱۳ء) ہیں جنھوں نے اپنے بعد آنے والے شاعروں کو متاثر کیا۔ یونس امرہ اور نسیمی عوامی صوفی شاعر تھے لیکن احمدیؔ ان میں سب سے بڑا شاعر سمجھا جاتا ہے۔ اس کا ''اسکندر نامہ'' جو فارسی مثنویوں کی طرز پر لکھا گیا' ترکی شاعری کا شاہکار ہے۔(۸) اسی زمانے میں شیخ کرمیان نے ایک طویل بیانیہ نظم میں شیریں کے قصے کو منظوم کیا' پھر یازیؔ جی اوغلو نے آنحضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ کی منظوم تاریخ لکھی جس کا عنوان ''محمدیہ'' تھا۔ اسی عرصے میں نثر کی ایک دلچسپ تصنیف جو کہانیوں کا مجموعہ ہے سامنے آئی۔ یہ ''داستان چہل وزیر'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا مصنف شیخ زادہ ہے جس کا اصل نام شاہد احمد تھا۔ شاعر نسیمیؔ، احمدیؔ اور یونس امرہ سے ترکی کے کلاسیکی ادب کا آغاز ہوا۔

پندرھویں صدی کے وسط تک ترکی شاعری میں انفرادیت پیدا ہو چکی تھی۔ اب فارسی شاعری کی ہو بہو نقل کی بجائے ترک شاعر صاحب طرز بن چکے تھے۔ اسی زمانے میں ترکی میں فارسی کے ساتھ ساتھ عربی الفاظ کے داخل ہونے سے ترکی زبان کے حُسن میں اضافہ ہوا۔ اس دور کے قابلِ ذکر شعراء میں شیخیؔ (متوفی ۱۴۲۸ء) احمد پاشا برصالی (متوفی ۱۴۹۷ء) اور نجاتیؔ (متوفی ۱۵۰۹ء) ہیں۔ شیخیؔ نے نظامی کی فارسی مثنوی ''خسرو شیریں'' کا منظوم ترکی ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ ''خردنامہ'' کے نام سے ایک شاہکار نظم تخلیق کی۔ احمد پاشا برصالی نے کلاسیکی ترکی عروض کو بہتر بنایا۔ نجاتیؔ کلاسیکی عثمانی شاعری کے بانیوں میں سے تھا اور ترکی زبان کا پہلا غزل گو شاعر تصور کیا جاتا ہے۔ اس نے نئے انداز میں غزل اور مرثیے لکھے اور آنے والے شعراء کو بے حد متاثر کیا۔(۹)

اسی زمانے میں ایشائے کوچک سے دور وسط ایشیا میں بھی دو عظیم ادیب و شاعر میر علی نوشیر نوائی (۱۴۴۱ء تا ۱۵۰۱ء) اور بابرؔ (۱۴۸۳ء تا ۱۵۳۰ء) پیدا ہوئے جنھوں نے عثمانی ترکی کی بجائے چغتائی ترکی میں ادب تخلیق کیا۔(۱۰) نوائیؔ نے نظامی کی طرز میں ترکی زبان میں پانچ مثنویاں لکھیں۔ نوائیؔ جتنا بڑا شاعر تھا اتنا ہی بڑا نثر نگار بھی تھا۔ بابر بحیثیت شاعر نوائی کے مرتبہ کا نہیں لیکن ایک نثر نویس کی حیثیت سے اس کی ''تزک'' ترکی سوانح نگاری کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

سولھویں صدی کے شاعروں میں ذاتیؔ (متوفی ۱۵۴۶ء) خیالیؔ (متوفی ۱۵۵۷ء) باقیؔ (۱۵۲۶ء تا ۱۶۰۰ء) اور فضولیؔ

(متوفی ۱۵۵۶ء) سب سے نمایاں ہیں۔ ذاتیؔ ،مثنوی ''شمع و پروانہ'' کا خالق ہے۔ اس نے شاعری میں نئے تصورات داخل کیے جو اس کی مقبولیت کا باعث بنے۔ خیالی فنی لحاظ سے ذاتیؔ سے بلند تھا۔ اُسے روم کا حافظ کہا جاتا ہے۔ فضولیؔ کو کلاسیکی ترکی شاعری کا سب بڑا شاعر سمجھا جاتا ہے۔ اس پر صوفیانہ رنگ غالب ہے۔ فضولیؔ کا ''دیوان'' اور مثنوی ''لیلیٰ مجنون'' کی بدولت ترکی ادب میں اس کا مقام بہت بلند ہے۔ اس مقام تک نسیمیؔ اور نوائیؔ کے علاوہ کسی ترکی شاعر کی رسائی نہ ہو پائی۔ ذیل کے اشعار فضولیؔ کے مخصوص انداز کے نمائندہ ہیں:

''اے میرے محبوب! اگرچہ تمام دنیا تیری وجہ سے میری دشمن بن گئی ہے لیکن مجھے کوئی پروا نہیں کیوں کہ تو میرا ہے۔
ناصح کی ہر نصیحت کو حقارت سے دیکھتے ہوئے میں محبت کی مجنونانہ گمنامیوں میں گم ہو جاتا ہوں۔
چونکہ غم کھانے کا عادی ہو گیا ہوں اس لیے میرے دشمن مجھے کوئی رنج نہیں پہنچا سکتے۔
اے فضولیؔ، یہ زندگی یونہی گزر جائے گی۔ مگر میں اس راہِ محبت کو طے نہ کر سکوں گا جہاں محبت کرنے والے محوِ خرام ہوتے ہیں۔
بس میں یہ التجا کرتا ہوں تم میری قبر سرِ راہگزر بنا دینا۔'' (۱۱)

اسی دور میں ترکوں نے نثر نگاری میں سب سے اچھے نمونے تاریخ نویسی کی شکل میں پیش کیے۔ اس صدی کی نثر میں سب سے نمایاں نام کمال پاشازادہ (۱۴۶۸ء تا ۱۵۳۴ء) خواجہ سعدالدین (۱۵۳۶ء تا ۱۵۹۹ء) اور مصطفیٰ علی چلیبی (۱۵۴۱ء تا ۱۶۰۰ء) کا ہے۔ کمال پاشازادہ تقریباً ۲۰۰ کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کو شہرت دوام دولت عثمانیہ کی تفصیلی تاریخ ''تواریخ آلِ عثمان'' کی وجہ سے نصیب ہوئی:

''تواریخ آلِ عثمان'' انشاء پردازی کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس کی نثر مسجّع و مقفعّ ہے، جو اس عہد میں پسندیدگی کا معیار تھی۔ ہمارے ہاں اس کا نمونہ ابوالفضل کی نثر ہے۔ مصطفیٰ چلیبی کو سولھویں صدی کا سب سے بڑا مؤرخ سمجھا جاتا ہے۔ اس کی زبان آسان اور استدلالیہ ہے۔ ''کہنۃ الاخبار''، ''نصیحۃ السلاطین''، ''مناقب ہنرواں'' اور ''قواعد المجالس'' اس کی مشہور کتابیں ہیں۔ اس دور کے ایک مصنف امیر البحر سعدی علی کے سفرنامہ ''مراۃ الممالک'' کا اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے۔'' (۱۲)

سترھویں صدی کے شاعروں میں سب سے نمایاں شاعر نفعیؔ (متوفی ۱۶۳۵ء) نائلیؔ (متوفی ۱۶۶۸ء) اور نابیؔ (متوفی ۱۷۱۲ء) ہیں۔ یہ تمام شاعر اپنی انفرادی خصوصیات کے باوجود ہند اور ایران کے فارسی شعراء سے متاثر تھے۔ چنانچہ نفعیؔ فارسی شاعر پر عرفی شیرازیؔ کا اور نابیؔ پر صائبؔ کا اثر نمایاں ہے۔ نفعیؔ ایک ماہر ہجو گو بھی تھا۔ وہ اپنی قوت تخیل اور زبان پر عبور کی بناء پر ترکی کے بہترین قصیدہ گو شعراء میں شمار کیا جاتا ہے۔ سلطان مراد چہارم کی شان میں لکھے گئے اس کے قصیدے کی تشبیب کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

آغازِ بہار کی ہوائیں چلتے ہی علی الصبح کھل اٹھے گلاب
ہوائیں ہوئیں معطر، آ گئے پر سرور دن، اے دل تو مسرور ہو، ساقی تو جام بھر
زمیں بنی ارضی جنت، ہر گوشہ باغِ ارم نظر
گردشِ جام سے ہو جائے میخانہ خالی، چھیڑ دے مطرب کوئی راگ، ہو ساتھ رقص کی دیوانگی
میں مدہوش، شیخ حرم سے متنفر مگر وہ ہے جرأت مندوں گناہ گاروں سے خوش
آہ! محبت کے دیوانے کیا کریں گے؟ جام بھریں گے پیکرِ حسن، ہونے نہیں دیں گے خالی جام
ہم ہجراں نصیب، زخموں سے چور، کر نظر کرم انکار نہ کر
ہیں خاندانِ عثمانیہ کے قلوب نیکیوں کی آماجگاہ ہیں
عمرؓ جیسے درویش صفت اور جلالت مآب شاہ فارس پرویز سے اس کے حکمراں (۱۳)

نائلی شوکت الفاظ کا دلدادہ ہے اور نابی کی شاعری جذبات اور ذہن کو زیادہ متاثر کرتی ہے۔ نابی نے غزل میں فلسفیانہ انداز اختیار کیا۔ اس کے اشعار کا زیادہ تر حصہ اخلاقیات کا حامل ہے۔ اس صدی کی ترکی شاعری معیار کے لحاظ سے فارسی شاعری سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ سترھویں صدی کے اہم نثر نگار حاجی خلیفہ (۱۶۰۸ء تا ۱۶۵۷ء) اور اولیاء چلیبی (۱۶۱۱ء تا ۱۶۸۳ء) ہیں، حاجی خلیفہ نے اپنی تصانیف ''میزان الحق'' اور ''دستور العمل'' میں خود کو ایک صاحب بصیرت مؤرخ ثابت کیا۔ ان کی ایک اور تصنیف ''فصلکہ'' عثمانیوں کی قابل اعتماد تاریخ سمجھی جاتی ہے۔ اولیاء چلیبی کا چھ ہزار صفحات پر مشتمل ''سیاست نامہ'' ترکی ادب کا شاہکار ہے۔ اس کی زبان سادہ، بے ساختہ اور پر تخیل ہے۔

اٹھارھویں صدی کے دو بڑے شاعر ندیم اور شیخ غالب ہیں۔ ندیم (متوفی ۱۷۳۰ء) کا دیوان تمام کلاسیکی شاعروں میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ اپنی خالص، خوبصورت اور سادہ زبان کی وجہ سے ان کو اب بھی پسند کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے اچھوتے مضامین اور ندرتِ الفاظ کی بدولت اپنے پیش رووں اور معاصرین سے سبقت لے گئے۔ (۱۴)

ندیم کی غزلوں سے منتخب چند اشعار درج ہیں:

میرے قلب و روح اس حسین محبوب کی محبت میں وارفتہ ہو کر
مجھ سے جدا اور ہو چکا صرف میرا تمام صبر، شکیبِ گریباں کو تار تار کرنے میں
جب کبھی اس کی زلفیں لہراتی ہیں، حسن ہو جاتا ہے مسحور کن، دیکھتی ہے بے باک نظر ہو جاتی ہے محوِ حیرت
تیرا یہ پوچھنا کہ اے ندیم! تو ہے کیوں غمزدہ، یہ آہ و زاری کیوں؟
اے سنگدل! تجھے اتنا بھی نہیں معلوم کس طرح آنسو بہاتے ہیں عاشق اپنی بربادی پر؟
اے محبوب! تو آ رہا ہے ایک ہاتھ میں گلاب کا پھول، دوسرے میں جام لیے، عقل میری ہے حیراں

کس کو خوش آمدید کہوں؟ جام کو؟ پھول کو؟ یا خود تجھے؟
جب دیکھتا ہوں سیماب صفت جسم کو مجھے لگتا ہے جیسے چشمہ حیات سے نکل رہا ہے کوئی فوارہ (۱۵)

شیخ غالبؔ (۱۷۵۷ء تا ۱۷۹۹ء) دیوان ادب کے آخری عظیم شاعر سمجھے جاتے ہیں۔ باقیؔ، فضولیؔ، نفعیؔ، ندیمؔ اور غالبؔ کا شمار ترکی کے پانچ بڑے شاعروں میں ہوتا ہے۔ اس صدی میں مثنوی رو بہ زوال تھی۔ لیکن شیخ غالبؔ کی عظمت کی بنیاد ان کی مثنوی ''حسن و عشق'' ہی ہے۔ ان کی تخلیقی صلاحیت، رنگین تشبیہوں، اچھوتے استعاروں کے استعمال اور طرز ادا نے ترکی شاعری میں ایک نئی روح پھونک دی۔ سلطنت عثمانیہ کے دور میں تعلیم محدود تھی اور عثمانی ادب میں پر پیچ اور دقیق زبان کے استعمال کا رواج تھا۔ دوسرے اس میں عوامی عنصر کا فقدان تھا۔ اس زمانے کی تخلیقات کے کردار امرا اور اعلیٰ طبقے کے لوگ ہوتے تھے اور کوئی اہل قلم استنبول شہر کے علاوہ ملک کے کسی دوسرے شہر، قصبے یا گاؤں کے پس منظر میں نہ لکھتا۔ عثمانی ادب سے عوام کی دوری کی وجوہ بیان کرتے ہوئے کرنل (ر) مسعود اختر شیخ لکھتے ہیں:

> ''عثمانی دور میں قاری زیادہ تر اونچے طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ اونچے طبقے کے لوگ نہایت پر پیچ اور دقیق زبان کے استعمال کو اپنے لیے طرۂ امتیاز سمجھتے تھے۔ عام قاری کے لیے اسے سمجھنا نہایت دشوار تھا۔ ابوالفضل قسم کی ادبی زبان کے استعمال نے عوام اور ادیبوں کے درمیان گہری خلیج پیدا کر دی تھی۔ چنانچہ عوام کے لیے کسی اہل قلم کی بہترین تخلیقات سے استفادہ کرنا تقریباً ناممکن ہو چکا تھا۔'' (۱۶)

عثمانی ادب کا آخری دور دراصل عثمانی سلطنت کے زوال کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس دور کا ادب آمریت کی بنا پر صحیح سمت پر پروان نہ چڑھ سکا۔ موضوع کے اعتبار سے یہ رومانی ادب کا دور کہلاتا ہے۔ (۱۷) اس دور میں کسی ایسے موضوع پر قلم اٹھانے سے گریز کیا جاتا، جس سے حاکم وقت کی دلآزاری کا شبہ ہوتا۔ قومی مسائل کے نزدیک پھٹکنا اہل قلم کے لیے جان جوکھوں کا کام سمجھا جاتا، لہذا مورخ اور تخلیق کار یہی لکھتے رہے کہ شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے ہیں۔

ترکی زبان کے اٹھارویں اور انیسویں صدی کے ادب کے حوالے سے معروف تاریخ نویس ایس ایم شاہد اپنی کتاب ''تاریخِ ترکیہ'' میں رقم طراز ہیں:

> ''اٹھارھویں صدی کے آخر میں تصنع، مرقع و مسجع اور پر تخیل دیوان شاعری سے لوگوں کی طبیعت بیزار ہو گئی۔ ان کے دلوں میں زندگی کی حقیقی اور اصلی تصویر دیکھنے کا شوق پیدا ہوا جس سے انیسویں صدی کی ابتدا میں فطرت پسند شاعری کی بنیاد رکھی گئی۔ اس حلقہ کے شعرا نے اپنے کلام میں ترکی معاشرے کا صحیح نقشہ پیش کیا لیکن یہ دور بہت جلد ختم ہو گیا۔'' (۱۸)

دوسرا دور۔۔۔عہد تنظیمات کا ادب

۱۸۳۹ء میں سلطان محمود ثانی نے ''گل خانہ احکام شاہی'' کے ذریعے اصلاحات کی پہلی قسط کا اعلان کیا۔ ان اصلاحات کا اثر چند داخلی تبدیلیوں تک محدود رہا۔ اصلاحات کا دوسرا دور ۱۸۵۲ء کے شاہی اعلان سے شروع ہوا۔ اس کی رو سے

نہ صرف ۱۸۳۹ء کی اصلاحات کی توثیق کی گئی بلکہ مزید تنظیمی اصلاحات بھی کی گئیں۔ چنانچہ ترکی ادب کا یہ دور بھی عہد تنظیمات یا اصلاح کا دور کہلاتا ہے۔ (۱۹) اس دور میں کم وبیش ہر چیز تغیر پذیر تھی اور ترکوں میں ایک ذہنی انقلاب رونما ہو رہا تھا جو فرانسیسی افکار اور فرانسیسی ادبی مزاج کا نتیجہ تھا۔ چنانچہ ترکی ادب خصوصاً شاعری اپنے خیالات اور طرز ادا کے لحاظ سے فرانسیسی رنگ میں ڈوب گئی۔ ادب کے ذریعے فرانس کے سیاسی خیالات پھیلنے لگے۔ ترک ادیبوں اور شاعروں نے پرانی روش سے ہٹ کر نئے نئے تجربات کیے جن کے نتیجے میں نئے ترکی ادب کی بنیاد پڑی۔ اس دور کے ادیبوں میں ابراہیم شناسی (۱۸۲۱ءتا۱۸۷۱ء) نامق کمال (۱۸۴۰ءتا۱۸۸۸ء) عبدالحق حامد (۱۸۵۲ءتا۱۹۳۷ء) اور توفیق فکرت (۱۸۶۷ءتا۱۹۱۵ء) کے نام قابل ذکر ہیں۔

ترکی ادب میں ان ادیبوں کی حیثیت اردو ادب کے عناصر خمسہ (سرسید، حالی، شبلی، آزاد اور نذیر) جیسی ہے۔ ابراہیم شناسی نئے ادبی دبستان کے بانی ہیں اور نامق کمال اس کے گل سر سبد۔ شناسی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انھوں نے ۱۸۶۰ء میں ''ترجمانِ احوال'' جاری کر کے ترکی میں جدید طرز کے اخبار کی بنیاد ڈالی۔ یہ پہلا غیر سرکاری اخبار تھا بلکہ اسے ادب کے جدید اسکول کی پہلی آواز کہیں تو بہتر ہوگا۔ اس کی اشاعت سے ترکی زبان وادب کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ نامق کمال کے ڈرامے ''جلال الدین خوارزم شاہ'' کا سجاد حیدر یلدرم نے اردو ترجمہ کیا ہے۔

عبدالحق حامد ایک ممتاز وطن پرست شاعر اور ڈرامہ نویس تھا۔ حامد نے ترکی شاعر نامق کمال کی طرح ظلم وناانصافی کے خلاف شدت سے احتجاج کیا باوجود اس کے کہ ان کی زندگی کا بڑا حصہ سرکاری ملازمت میں گزرا، وہ بمبئی، میڈرڈ اور لندن میں مدت تک ترکی کے سفیر کی حیثیت سے تعینات رہے۔ تاہم اپنی کتابوں میں انھوں نے سلطان عبدالحمید خاں کے استبداد پر خوب چوٹیں کی ہیں۔ مشہور ترک ادیبہ خالدہ ادیب آدی وار فرماتی ہیں کہ اگر حامد کی تصانیف کا ترجمہ دیگر زبانوں میں ہو جائے تو وہ بین الاقوامی شہرت حاصل کر لیں گے۔ (۲۰) توفیق فکرت ہفتہ وار اخبار ''ثروتِ فنون'' کے مدیر تھے۔ ان کا شعری اسلوبِ بیان تمثیلی ہے جس میں ظلم واستبداد پر علامت کے پردے میں طنز کیا جاتا ہے۔ اس دور کے ادیبوں اور شاعروں کی کوششوں سے ترکی شاعری کے عروضی اوزان میں کئی تبدیلیاں آئیں اور شاعری نئی اصناف سے متعارف ہوئی جبکہ نثر میں افسانہ، ڈرامہ اور ناول نویسی کا آغاز ہوا۔

تیسرا دور۔۔۔جدید ادب

سلطان عبدالحمید کے عہد (۱۸۷۶ءتا۱۹۰۹ء) سے ترکی ادب کے دور جدید کا آغاز ہوا۔ سلطان نے تنظیمات کے ادب کو دبانے کی بھرپور کوشش کی جس میں بظاہر اسے کچھ کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ شناسی اور نامق کمال وغیرہ کی کتابوں کی اشاعت بند ہو گئی اور جن الفاظ سے جذبہ وطن پرستی کا اظہار ہوتا تھا، وہ لغت سے خارج کر دیے گئے۔ ممنوع الاشاعت کتابوں کا چوری چوری ایک صفحہ پڑھنا بھی بغاوت میں داخل تھا جس کی پاداش میں لوگ اکثر تمام عمر کے لیے جلاوطن کر دیے جاتے تھے۔

لیکن ان سختیوں کے باوجود اس عہد میں ایک جدید ادبی حلقہ پیدا ہوا جس نے ''فجر آتی'' (ثروت فنون) اور ''الوس ادبیات'' (ملکی ادب) جیسے ادبی مجلوں کے ذریعے ادب میں نئی تحریکوں کی بنیاد رکھی۔ ان تحریکوں نے ترک ادیبوں میں لامحدود جوش اور سرگرمی پیدا کر دی۔ (۲۱) جس نے حمیدی استبداد کی بنیادیں ہلا دیں۔ یہی نہیں بلکہ مذہب اور ماضی کی روایات کو بھی استبداد کی حامی قرار دے کر شدید حملوں کا نشانہ بنایا گیا۔ اس ادبی حلقہ کی نمایاں خصوصیت اس کی مغرب پسندی تھی۔ یہ لوگ

سائنس، عقلیت اور مغربی مادیت کے دلدادہ تھے۔ ۱۹۰۸ء کے انقلاب کے بعد ترکی میں دستوری حکومت قائم ہوئی۔ اس تبدیلی نے ترکی ادب وصحافت میں ایک نئی جان ڈال دی۔ پریس کو آزادی مل جانے کی وجہ سے سیکڑوں کتابیں منظر عام پر آنے لگیں۔ (۲۲) ادھر دولت عثمانیہ کے آخری دور سے لے کر جمہوریہ ترکیہ کے قیام کے اوائل تک ترکی میں جو مختلف سیاسی تحریکیں چلیں، ان میں عثمانیت، اسلامیت اور مغربیت سے کہیں زیادہ لوگ قومیت یا ترکیت کی طرف راغب ہوتے چلے گئے۔ ان سب تحریکوں نے ترکی ادب پر گہرا اثر ڈالا۔ اس دور کے شاعروں میں اورخان ولی کا نک (۱۹۱۴ء تا ۱۹۵۰ء) کا نام نمایاں ہے۔ وہ نئی شاعری کے پیش رو ہیں انھوں نے آزاد شاعری کا از سرِ نو تعارف کرایا اور موضوع کو وسعت دی۔ ان کے ہم عصروں نے ان کی زبان اور تکنیک کی پیروی کی۔ ترکی میں اورخان ولی کا نک کی شاعری زبان زد عام ہے۔ درج ذیل نظم ترکش ریڈیو میں بہ زبان شاعر نشر ہوئی تھی۔ اس کا ترکی سے اردو ترجمہ یوں ہے:

اگر میں روؤں تو کیا تم میری آواز سنو گے؟
میرے شعروں میں
کیا تم پونچھ سکو گے،
اپنے ہاتھوں سے آنسو میرے؟
نہیں جانتا تھا کہ تمہارے نغمے اس قدر دل لبھانے والے ہیں،
تمہارے بول اتنے مدہوش کر دینے والے ہیں،
اس درد میں گرفتار ہونے سے پہلے!
جانتا ہوں ایک مقام ہے،
جہاں ہر چیز بتانا ممکن ہے!
اس قدر قریب سے تمھیں سن رہا ہوں
پھر بھی بیان نہیں کر پا رہا ہوں!

اسی دور میں آزاد نظم کو رواج دینے میں ناظم حکمت راں (۱۹۰۱ء تا ۱۹۶۳ء) کا بھی بڑا حصہ ہے۔ ان کی آزاد نظمیں بہت مقبول ہوئیں۔ وہ اشتراکی نظریات کے حامی تھے۔ انھوں نے سائنسی عظمت کی ثنا کے ساتھ ساتھ محنت کشوں، مزدوروں اور فاقہ کشوں کی حمایت میں آواز بلند کی۔ ان کی ایک نظم کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

بجھا ڈالو آس کی چمک اپنی آنکھوں سے
اور محنت کے آبلے اپنے ہاتھوں سے
آٹا ان گنت روٹیوں کے لیے
نہ ہوگی اجازت پھر بھی کھانے کے لیے
دوسروں کی غلامی ہے تمھاری آزادی
خون اپنا چوسنے والوں کے لیے جینے کی آزادی

تم آزاد ہو!
پیدا ہوتے ہی وہ گھیر لیتے ہیں تمہیں
جھوٹ کی چکی کے پاٹوں میں ڈال دیتے ہیں تمہیں
سر اپنا دونوں ہاتھوں میں تھامے رہنا ہے تمہاری آزادی
ضمیر کے قضیے پر ذہن الجھائے رکھنا ہے تمہاری آزادی (۲۳)

ناظم حکمت کی ۱۰۱ منتخب نظموں کا ترکی سے انگریزی میں ترجمہ کرنل مسعود اختر شیخ نے اسلام آباد سے ۲۰۰۷ء میں شائع کیا ہے۔ اس مجموعہ میں درج نظم "First Day of Spring" ''بہار کا پہلا دن'' کا اردو مفہوم ملاحظہ کیجیے:

ایک پارسہ پیکر
کھڑکی سے بہار کا نظارہ کرتے ہوئے لب کشا
پُرسوز اور دلکش آواز میں
اے بہار کے پھولو! میں تمہارے نہ کھلنے کی تمنا کروں کیسے؟
میری زندگی کی کتنی بہاریں
خاموش اور محبت سے عاری
کیا حصہ بن چکیں میرے ماضی کا؟
نہ مجھے آگہی ماضی کے آیام سے
نہ مرے دل میں یادوں کا کوئی نشاں
آہ مت کھلو! اے بہار کے پھولو مت کھلو! (۲۴)

ان کے علاوہ احمد حمدی تان پنار (۱۹۰۱ء تا ۱۹۶۲ء)، جاہد صدقی تارانجہ (۱۹۰۱ء تا ۱۹۵۲ء) اور فاضل حسنو داغ لرجہ (ولادت ۱۹۱۴ء) نے عثمانی ادب کی روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے شاعری میں نئے نئے تجربات کیے اور کئی نئے شعری اسلوب متعارف کروائے۔ احمد احمدی تان پنار نے الفاظ کے انتخاب، تشبیہات اور استعارات کے ذریعے عروضی اوزان میں موسیقی کا جادو جگایا۔ جاہد صدقی تارانجہ نے انسانی رنج و غم کے موضوع کو پرزور انداز میں پیش کیا۔ فاضل حسنو داغ لرجہ بڑے ہمہ گیر اور باکمال شاعر ہیں۔ ان کی غزلوں اور رزمیہ نظموں میں جدت اور انوکھا پن ہے۔ ان کے کلام میں روحانی کرب اور بے چینی کا عنصر غالب ہے۔

بیسویں صدی کے نصف اول کے سب سے بڑے شاعروں میں احمد ہاشم (۱۹۳۲ء تا ۱۹۸۸ء)، محمد عاکف ارصوئی (۱۸۷۳ء تا ۱۹۳۶ء) اور یحییٰ کمال بیاتلی (۱۸۸۴ء تا ۱۹۵۸ء) کے نام قابل ذکر ہیں۔ احمد ہاشم فن کے حامی تھے اور علامات اور استعاروں کے ذریعے اپنا مفہوم واضح کرتے تھے۔ محمد عاکف ارصوئی اور اقبال کے ہاں بہت مماثلت پائی جاتی ہے جس کی بنا پر انھیں ترکی کا اقبال تصور کیا جاتا ہے۔ وہ ترک قوم پرستی کے برخلاف اتحاد اسلامی کے حامی تھے اور ترکی کے سیاسی اور سماجی ڈھانچے کو اسلامی اقدار کے مطابق ڈھالنا چاہتے تھے۔ ان کا دل اسلام کی محبت اور دنیائے اسلام کی زبوں حالی کے درد سے لبریز تھا۔ وہ اپنی طویل نظم ''مشرق'' میں لکھتے ہیں:

لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ تم نے مشرق کی اتنے عرصے تک سیاحت کی
آخر تم نے کیا دیکھا؟ میں کیا بتاؤں کہ کیا کیا دیکھا۔
میں نے اس سرے سے اس سرے تک ویران بستیاں
بے سری قومیں، جھکی ہوئی کمریں، خالی دماغ، بے حسن دل، الٹی کھوپڑیاں دیکھیں۔۔۔
میں نے بے جماعت کے امام دیکھے۔ بھائی کا بھائی دشمن دیکھا
دن دیکھے جن کا کوئی مقصد نہیں، راتیں دیکھیں جن کی کوئی صبح نہیں (۲۵)

ترکی کا قومی ترانہ محمد عاکف ہی کا لکھا ہوا ہے۔ ڈاکٹر علی نہاد تارلان نے عاکف کی شخصیت اور شاعری پر ایک کتاب ''محمد عاکف وے صفحات'' لکھی جس کا اردو ترجمہ ڈاکٹر محمد صابر نے بعنوان ''محمد عاکف'' کیا۔ یحییٰ کمال بیاتلی کے کلام میں قدامت اور جدت کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ وہ فن برائے فن کے نظریہ کے حامی تھے۔ بعض نقاد تو ان کو ترک شاعر فضولی کے بعد ترکی زبان کا ایک عظیم شاعر تسلیم کرتے ہیں۔ یحییٰ کمال بیاتلی پاکستان میں ترکی کے پہلے سفیر بھی رہ چکے تھے۔

عہد تنظیمات اور اس کے بعد کے زمانہ میں قدیم یونان سے لے کر بیسویں صدی کے اوائل تک یورپ کی تمام زبانوں کے ادبی شاہکار ترکی میں منتقل ہوتے رہے۔ ان تراجم نے ترکی ادب پر گہرا اثر ڈالا۔ ترکی میں جدید افسانہ نگاری، ناول نویسی، ڈرامے اور فن تنقید کے ادبی شہ پارے منظر عام پر آنے لگے۔ گو جدید ترکی نثر میں ہر موضوع پر لکھا گیا ہے لیکن ترک ادیبوں نے سب سے زیادہ ترقی افسانہ نگاری اور ناول نویسی کے فن میں کی ہے۔ (۲۶) اس دور کے مصنفوں میں احمد مدحت (۱۸۴۴ء تا ۱۹۱۲ء) نے سو سے زائد ناول لکھے۔ اُس نے ترکی میں ذہنی جمود توڑا اور ناول کے دورِ زرّیں کو پروان چڑھایا۔ اس کے علاوہ رجائی زادہ اکرم (۱۸۴۷ء تا ۱۹۱۴ء) نے سادہ زبان میں افسانے لکھے۔ احمد حکمت کے افسانوں کے مجموعے ''گلستان'' ۱۹۰۰ء اور ''خارستان'' کے نام سے ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئے جن کے چند افسانے سجاد حیدر یلدرم نے اپنے اردو افسانوی مجموعہ ''خارستان و گلستان'' میں ترجمہ کر کے شامل کیے۔ اسی طرح انھوں نے احمد حکمت کے ناول ''لانِ منکسیر'' کا اردو میں ترجمہ بھی ''ثالث بالخیر'' کے عنوان سے کیا تھا۔ (۲۷)

حسین رحمی گورپنار (۱۸۶۴ء تا ۱۹۴۴ء) نے تیس سے زائد ناول لکھے۔ یہ آزاد اسلوب کے مالک تھے۔ انھوں نے استنبول کے متوسط اور زیریں طبقہ کی معاشرت کا نقشہ بڑی چابک دستی سے کھینچا۔ خالد ضیا اشاقلی گلِ (۱۸۶۱ء تا ۱۹۴۵ء) کو ترکی میں جدید یورپی ناول کا پہلا حقیقی ترجمان سمجھا جاتا ہے۔ یہ مشرقی اور اسلامی فکر کے مخالفین میں سے تھے۔ ان کا شاہکار ناول ''عشقِ ممنوع'' ہے۔ ترکی میں اس ناول پر ٹی وی سیریل بنی جو اردو ڈبنگ کے ساتھ پاکستان میں بہت پسند کی گئی۔ صباح الدین علی (۱۹۰۷ء تا ۱۹۴۹ء) نے اناطولیہ کی دیہی زندگی کے حقیقت پسندانہ خاکے کھینچے ہیں۔ اسی طرح دیہات کے عوام کی بدحالی، اہل دانش اور عوام کے درمیان موجود وسیع خلیج کو موضوع قلم بنانے والوں میں یعقوب قادری قرہ عثمان اوغلو (ولادت ۱۸۸۸ء) قابل ذکر ہیں۔ ان کی نثر دل کش اور بے نظیر ہے۔ ان کے ناول ''یابان'' (جنگل) نے سیاسی حلقوں میں تہلکہ مچا دیا۔ (۲۸)

سلطنت عثمانیہ میں ادیبوں کے لیے جہاں حقیقی زندگی کے موضوعات پر قلم اٹھانا ممنوع تھا وہاں مذہب کو موضوع

بنانے پر بھی پابندی تھی۔ اگرچہ مفاد پرست عناصر مذہب کے نام پر ان پڑھ عوام کا صدیوں سے استحصال کرتے چلے آرہے تھے(۲۹) لیکن کسی ادیب کو اجازت نہ تھی کہ وہ ان عناصر کے کرتوتوں کو منظر عام پر لائے۔ مگر جدید ناول نگاروں میں رشاد نوری گن تیکن (۱۸۹۶ء تا ۱۹۵۶ء) نے اپنے ناول ''یا شیل گجے'' (سبزرات) میں اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ ان کا اسلوب انتہائی دل کش ہے۔ ان کے ناول مغربی ناولوں کے معیار سے کسی طرح کم نہیں۔ ان کا ناول ''چالی کوشو'' اپنی مقبولیت کی بنا پر کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ جدید ترکی ادب کے افسانوں اور ناولوں کی اہم خصوصیات کو بیان کرتے ہوئے کرنل (ر) مسعود اختر شیخ نے ترکی ادب کی ایک اہم بات واضح کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''جدید ترکی ادب کے افسانوں اور ناولوں کی سب سے اہم خصوصیت زبان کی سادگی ہے۔ اس دور کے ادیبوں کی زبان کا اپنا ہی رنگ ہے۔ زبان کو سادگی اور عوامی پن کا لبادہ پہنا کر ادیبوں اور عوام کے درمیان گہری خلیج کو پاٹنے کا سہرا جن ادیبوں کے سر ہے ان میں عمر سیف الدین، ضیاء گوک آلپ اور احمد راسم (۱۸۴۶ء تا ۱۹۳۶ء) کے نام سرفہرست ہیں۔ ان ادیبوں کی مسلسل جدوجہد سے سادگی کا یہ رجحان بیسویں صدی کے ترک ادیبوں کا خاصہ بن گیا۔''(۳۰)

ترکی میں آزادیٔ تحریر پر پابندیاں گھٹتی بڑھتی تو رہی ہیں لیکن آج تک کبھی مکمل طور پر ختم نہیں ہوئیں۔ ان پابندیوں کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ ترکی ادب میں علامت نگاری اور طنز و مزاح بے حد مقبول ہوئے۔ اکثر ادیب حکومت وقت پر کھلے بندوں تنقید کرنے کی بجائے اشاروں، کنایوں اور علامتوں کی زبان استعمال کر کے یا پھر طنز و مزاح کا سہارا لے کر اپنا مافی الضمیر قارئین تک پہنچاتے اور حکومت کے مواخذہ سے بچ جاتے۔ لہٰذا طنز و مزاح اور علامت نگاری کو آج بھی ترکی ادب میں اہم مقام حاصل ہے۔ ترکی نے اس میدان میں نہایت بلند پایہ ادیب پیدا کیے۔ عزیز نہ سن، یشار کمال اور خان کمال (ولادت ۱۹۱۴ء) محمود مقال (ولادت ۱۹۳۰ء) وغیرہ عصرِ حاضر کے ان ادیبوں کی صف اول میں دکھائی دیتے ہیں۔

عزیز نہ سن (۱۹۱۵ء تا ۱۹۹۴ء) نے تقریباً ۸۰ برس کی عمر میں اَسی کتابیں اور ہزاروں کہانیاں لکھیں اور عمر کا ایک اچھا خاصہ حصہ قید و بند کی صعوبتیں اٹھانے میں گزرا۔ ان کی کہانیاں سیاسی رنگ میں ایک عام ترک کے مسائل پر روشنی ڈالتی ہیں۔ غالباً ان کا واحد مقصد حیات، محرومی، تنگ دستی اور استحصال کے ذاتی تجربات سے اپنے باقی ہم وطنوں کو محفوظ کرنا اور ان کے مستقبل کو تابناک بنانا تھا۔ ان کی کہانیوں کا اردو ترجمہ ''تماشائے اہل کرم'' کے نام سے کرنل (ر) مسعود اختر شیخ نے اسلام آباد سے شائع کیا ہے۔ موجودہ دور کے ادیبوں میں یشار کمال کا مرتبہ بھی بہت بلند ہے۔ انھوں نے باقاعدہ کسی تعلیمی ادارے سے تعلیم حاصل نہیں کی مگر ذاتی مشاہدۂ ریاضت اور زندگی کے تلخ تجربات نے انھیں ادیب بنا دیا۔ ان کے ناول اور کہانیاں زیادہ تر دیہاتی معاشرے اور جاگیرداری نظام کی عکاسی کرتی ہیں۔ ان کی تحریروں کا یہی مقصد نظر آتا ہے کہ ترک کسانوں اور مزدوروں کو زندگی کی ان صعوبتوں سے بچایا جائے جن سے ادیب کو خود دوچار ہونا پڑا۔ ان کی تحریریں، خاص طور پر ان کا رومانس سے بھرپور ناول رومانی شاہکار ناول ''انجے محمت''، عظیم روسی ناول نگاروں کی روایت کو قائم اور زندہ کرتا نظر آتا ہے۔(۳۱) اور خان کمال کا ناول ''برکت لی توپراق اُوزرِیندے'' (مقدس زمیں پر) اور محمود مقال کا ''خانمن چفتلی'' (بیگم کے کھیت) اناطولیہ کے کسانوں

اور گاؤں کی زندگی کی خوبصورت عکاسی کرتے ہیں۔

خالدہ ادیب آدی وار (۱۸۸۴ء تا ۱۹۶۴ء) ایک بڑی ادیبہ ہیں جن کی تحریریں ترکی کی سیاسی تاریخ کی عکاس ہیں۔ وہ ضیا گوک آلپ سے بہت متاثر تھیں۔ ۱۹۰۹ء میں انھوں نے ناول ''ینی توران'' لکھ کر بڑی شہرت حاصل کی۔ (۳۲) وہ اپنے دیگر ناولوں میں ترک عوام کی آزادی کے نظریہ پر زور دیتی ہیں۔ وہ ۱۹۳۵ء میں ہندوستان بھی آئی تھیں۔ ان کے علاوہ یعقوب قادری (۱۸۸۹ء تا ۱۹۷۴ء)، روشن اشرف اور پیامی صفا (۱۸۹۹ء تا ۱۹۶۱ء) دیگر بڑے ناول نگار ہیں۔ یعقوب قادری اپنے ناول ''نور بابا'' کی بدولت شہرت کی بلندی پر پہنچے۔ اس ناول میں بکتاشی فرقہ کے ایک بزرگ کے کرتوتوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔

ترکی میں ادبی تنقید کی روایت زیادہ مضبوط نہیں۔ اس کے باوجود نقادوں کی ایک طویل فہرست ہے جن میں نوراللہ اتاج (۱۸۹۸ء تا ۱۹۵۷ء) اسمٰعیل حبیب سیوق (۱۸۹۶ء تا ۱۹۵۴ء) اور فواد کو پرولو (۱۸۹۰ء تا ۱۹۶۰ء) کا ادبی و تنقیدی کام قابل ذکر ہے۔ یہ لوگ لسانی مصلح تھے اور انھوں نے اپنی تنقیدوں سے کئی باصلاحیت مصنف پیدا کیے۔ خصوصاً فواد کو پرولو نے ترکی ادب کی تاریخ کے کئی تاریک گوشوں پر روشنی ڈالی اور اسی بنا پر بین الاقوامی شہرت حاصل کی۔ ترکی کے جدید ڈراما نگاروں میں رشاد نوری گن تیکن، ناظم حکمت راں، احمد نوری اور خان کمال، خالدون تانیر، چیتن آلتان اور مصاحب زادہ جلال وغیرہ کے نام بہت اہم ہیں۔

موجودہ دور کے مقبول ترین ادیبوں کی فہرست بنائی جائے تو اس میں یشار کمال، عزیز نہ سن، طارق درسن قایہ، عتیلا الحان، اور خان کمال، کمال طاہر، طارق بغرا، مصطفےٰ نجاتی، فروزاں عدالت، سیوگی سوئے سال، جودت شوکت، مصطفیٰ میاس اوغلو اور خلدون تانیر وغیرہ جب کہ مقبول شعراء میں: بہجت کمال چغلر، نجاتی جمالی، امید یشار اوز جان، اوکتائی رفعت اور احمد موہبیت دراناس وغیرہ شامل ہیں۔ (۳۳)

ترکی کا جدید ادب ماضی کے عثمانی ادب کے مقابلے میں دنیا میں اپنی ساکھ بنا چکا ہے۔ اس کی ایک مثال ترکیہ کے مصنف اور خان پامک کو ۲۰۰۶ء میں ملنے والا ادب کا نوبل انعام ہے۔ آج کا ترک ادیب اعلیٰ پائے کا ادب تخلیق کرنے میں بڑے خلوص سے منہمک ہے۔

حوالہ جات

۱۔ گیان چند جین، کھوج، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، ۱۹۹۰ء، ص: ۴۱۶

۲۔ کرنل (ر) مسعود اختر شیخ، ترکی کے بہترین افسانے، اسلام آباد: مسعود پبلشرز، ۲۰۰۹ء، ص: ۱۴۔۱۳

۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۶، لاہور: دانش گاہ پنجاب، طبع اول ۱۹۶۲ء، ص: ۲۴۰

۴۔ ثروت صولت، ترکی اور ترک، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء، ص: ۳۴۴

۵۔ ایضاً، ص: ۳۴۴

۶۔ اسٹینلے لین پول، سلاطین ترکیہ، مترجم: نصیب اختر، کراچی: ادب منزل، ۱۹۷۵ء، ص: ۳۳۴

7. Facts about Turkey.Directorate General of Press and Information, Ankara, 1993, P:430

۸۔ ثروت صولت، ترکی اور ترک، ص: ۳۴۴

۹۔ ایضاً،ص:۳۴۵

10. Facts About Turkey, P:425

۱۱۔ اسٹینلے لین پول، سلاطین ترکیہ، مترجم: نصیب اختر، ص:۳۳۹۔۳۳۸

۱۲۔ ثروت صولت، ترکی اور ترک، ص:۳۴۸

۱۳۔ اسٹینلے لین پول، سلاطین ترکیہ، مترجم: نصیب اختر، ص:۳۴۶۔۳۴۴

۱۴۔ ایضاً،ص:۳۴۷

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ کرنل (ر) مسعود اختر شیخ، جدید ترکی ادب۔ایک تعارف، مشمولہ: دستاویز، سہ ماہی، راولپنڈی: دسمبر ۱۹۸۵ء، ص:۲۷۷

۱۷۔ ایضاً،ص:۲۷۹

۱۸۔ ایس۔ایم شاہد، تاریخ ترکیہ، ص:۳۸۳

۱۹۔ ریاض الحسن، ڈاکٹر، جدید ترکی ناول، مشمولہ: مجلّہ ہم قلم، کراچی: ۱۹۶۲ء، ص:۱۱

۲۰۔ ایس۔ایم شاہد، تاریخ ترکیہ، ص:۳۸۷

۲۱۔ اکمل ایوبی، ترکی، دہلی: ۱۹۸۰ء، ص:۳۰۶ مزید دیکھیں

Turkey, D.G. of Press & Information, Ankara: 1993, P:212

۲۲۔ اکمل ایوبی، ترکی، ص:۳۰۳

۲۳۔ ناظم حکمت، مترجم: اشعار، کوثر بشیر احمد، مشمولہ: دائرے، ماہنامہ، ترکی نمبر، کراچی: جلد۳، شمارہ۷، جنوری ۱۹۹۰ء، ص:۵۲

24. Nazem Hikmet, Translator:Col(R) Masood Akhtar Sheikh, 101 Poems of Nazim Hikmeet Islamabad, 2007, P:106

۲۵۔ اسٹینلے لین پول، سلاطین ترکیہ، مترجم: نصیب اختر، ص:۳۵۲

۲۶۔ ثروت صولت، ترکی اور ترک، ص:۳۵۳

27. Dr. Erkan Turkmen: sejjad Haydar Yildirim's Translations-A Comparative Study; Patna: Khuda Bakhsh Oriental Public Library, 1986, P:4

۲۸۔ ریاض الحسن، ڈاکٹر، جدید ترکی ناول، ص:۱۴

۲۹۔ کرنل (ر) مسعود اختر شیخ، جدید ترکی ادب۔ایک تعارف، ص:۲۷۸

۳۰۔ ایضاً،

۳۱۔ کوثر بشیر احمد، مترجم: انجے محمت، مشمولہ: دائرے، ترکی نمبر، ص:۷۷

۳۲۔ ریاض الحسن، ڈاکٹر، جدید ترکی ناول، ص:۱۵

33. Turkey, Directorate General of Press and Information, Ankara, 1993, P:213